

شمس الدین السخاوی بحیثیت مؤرخ

ڈاکٹر مظہر معین

شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاوی الشافعی (۸۳۱-۹۰۲ھ) نویں صدی ہجری کے نامور مصری عالم و مصنف ہیں جن کی تقریباً دو سو تصانیف حدیث، فقہ، تاریخ اور دیگر موضوعات پر ہیں (۱)۔ وہ عربی اسلامی تاریخ نویسی میں خصوصی مقام کے حامل ہیں۔ بحیثیت مؤرخ ان کے مقام و خصوصیات کے سلسلے میں مختلف اہل علم کی آراء نیز ان کی تصانیف کے مطالعہ سے درج ذیل نکات سامنے آتے ہیں۔

(۱) السخاوی ایک کثیر التصانیف مؤرخ ہیں جن کی کتب تاریخ کے متنوع موضوعات پر ہیں اور کتب تاریخیہ کی کسی ایک صنف تک محدود نہیں۔ اس لحاظ سے وہ ایک جامع الصفات مؤرخ ہیں جن کی نظر تاریخ نویسی کے تمام تقاضوں اور پہلوؤں پر ہے۔ انکی تصنیف،،الضوء اللامع لاهل القرن التاسع،، اور،،الاعلان بالتوینخ لمن

ذم التاريخ ، نیز دیگر کتب تاریخ کا مطالعہ اس بات کا بین ثبوت فراہم کرتا ہے۔

(۲) شمس الدین السخاوی صرف مؤرخ ہی نہیں بلکہ دیگر علوم و فنون بالخصوص فن حدیث میں بھی نویں صدی ہجری کے اجل علماء و محدثین میں سے ہیں۔ اس لحاظ سے فن جرح و تعدیل کا پورا علم رکھتے ہیں۔ انہوں نے نہ صرف پورے حدیث لٹریچر کا عمیق مطالعہ اور اس سے مکمل استفادہ کیا ہے بلکہ راویان حدیث کی چھان پھٹک، احادیث کی صحت، حسن، ضعف اور دیگر پہلوؤں سے پوری واقفیت رکھتے ہیں اس چیز نے انہیں علم تاریخ کے سلسلے میں بھی بڑا فائدہ دیا ہے اور تاریخی روایات کی جانچ پرکھ اور رد و قبول کے ضمن میں انہوں نے ایک محدث کی حیثیت سے اپنے مزاج کو بڑی حد تک برقرار رکھا ہے۔ اس طرح ان کی تاریخی کتب صحت و سند کے لحاظ سے بطور مجموعی بڑی اہمیت اور ثقافت کی حامل ہیں۔

(۳) السخاوی کی تاریخی اہمیت کے سلسلے میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ انہوں نے تذکرہ نگاری اور دیگر تاریخی مباحث میں بطور مجموعی عدل و انصاف سے کام لیا ہے اور ایک مؤرخ کی حیثیت سے ذاتی رجحانات کو غالب نہیں آنے دیا بلکہ ذاتی پسند و ناپسند سے قطع نظر ہر شخصیت کا تذکرہ اس کے شایان شان طریقے سے کیا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے اہم دلیل یہ ہے کہ انہوں نے اپنے ہمعصر، مد مقابل اور سخت مخالف علامہ جلال الدین السيوطی جیسے افراد کا نہ صرف اپنی تصنیف ،،الضوء اللامع لأهل القرن التاسع، میں تذکرہ کیا بلکہ اس سلسلے میں تفصیلات بھی بیان کیں اور ایک صاف گو مؤرخ کی طرح ان کے جو عیوب السخاوی کے علم

میں تھے ان کا بھی کھلے لفظوں میں تذکرہ کر دیا۔ کیونکہ یہ عیوب اساساً ان کی ذات سے متعلق نہ تھے بلکہ علوم و فنون اور تصنیف و تالیف کے سلسلے میں ان کے مبینہ رویہ کے بارے میں تھے اور السخاوی نے اپنی شہادت اور ہم عصر اہل علم و فضل کی روایت کی بناء پر یہ باتیں لکھیں۔ جلال الدین السيوطی نے علامہ سخاوی کی تصانیف پر تنقید بالخصوص،، السكاوي في تاريخ السخاوي، کی صورت میں جو کچھ کہا اس کے باوجود سيوطی کی کئی ایک خوبیوں کا بیان و اعتراف السخاوی کی انصاف پسندی کی دلیل ہے۔ انہوں نے سيوطی کے عیوب و محاسن ہر دو بیان کئے ہیں اور ذاتی عصیت کی بناء پر ان کے علمی مقام و مرتبہ پر پردہ نہیں ڈالا۔ اگر بعض جگہ السخاوی راہ اعتدال سے ہٹے ہیں تو یہ جزوی رویہ ہے۔ مجموعی رویہ وہی ہے جو ایک غیر جانبدار مؤرخ کا ہونا چاہئیے اور اگر بالفرض انہیں سيوطی کے سلسلے میں جانبدارانہ اور منفی رویہ کا حامل قرار دے بھی دیا جائے تو بقیہ دس ہزار سے زائد شخصیات کے حالات اس بات کا ناقابل تردید اور عظیم الشان ثبوت ہیں کہ شمس الدین السخاوی ایک غیر جانبدار اور انصاف پسند تراجم نویس و مؤرخ ہیں۔

سيوطی، ابن ریاس اور بعض دیگر علماء و مؤرخین نے سخاوی کی،، الضوء اللامع، پر شدید تنقید کی ہے سيوطی لکھتے ہیں۔
،،ثم أکب على التاريخ فافنى فيه عمره، واغرق فيه عمله و سلق فيه أعراض الناس، و ملأه بمساوى الخلق،، (۲)

،،و ألف تاريخاً فيه اشیاء كثيرة من المساوى فى حق الناس،، (۳)
ان ناقدین کی شدید مخالفانہ آراء کے باوجود بطور مجموعی ،،الضوء اللامع، ایک اہم ترین اور نادر المثال تاریخی تصنیف ہے

جیسا کہ دور جدید کے عرب ادیب و مؤرخ جرجی زیدان نے بیان کیا ہے۔

„وقد تصدى معاصروه لانتقاده والتشيع عليه، منهم السيوطى ألف فى انتقاده كتاباً مسماه „الكاوى فى تاريخ السخاوى“ ولا عبرة بذلك فان الكتاب نادر المثال فى بابه “ (۴)

(۴) مؤرخ کی حیثیت سے السخاوی کا ایک اور قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ انہوں نے اپنے اساتذہ اور ہم عصر علماء کا تذکرہ کرتے ہوئے دل کھول کر ان کی تعریف کی ہے اور ان کے محاسن کا اعتراف کیا ہے جس سے بعض اوقات یوں لگتا ہے کہ مبالغہ آمیزی اور حاشیہ آرائی سے کام لیا جا رہا ہے مگر درحقیقت ایک مؤرخ کی حیثیت سے انہیں جو خوبیاں نویں صدی ہجری کے اہل علم و فضل میں نظر آئیں انہوں نے ان کی تعریف و توصیف اور تاریخی لحاظ سے ان شخصیات کے مقام و مرتبہ کو نمایاں کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی بلکہ ان کا حق ادا کر دیا۔ اس دوران میں جہاں کہیں اپنا ذکر کیا ہے وہاں بالعموم سادہ الفاظ استعمال کئے ہیں اور ان میں سے بہت سی شخصیات کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے کا عجز و انکسار کے ساتھ اعتراف کیا ہے مثلاً ابن حجر کے بارے میں لکھتے ہیں :

„احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن أحمد شیخی
الاستاذ امام الأئمة الشهاب ابو الفضل الكنانى العسقلانى
المصرى ثم القاهرى الشافعى“۔ (۵)

۵۔ السخاوی نے ایک تاریخ نگار کی حیثیت سے علاقائی تعصب و ترجیح سے کام نہیں لیا اور نہ اپنی کتب تذکرہ وغیرہا کو کسی خاص علاقے تک محدود رکھا ہے بلکہ ایک غیر جانبدار تذکرہ نگار کی حیثیت سے مصر کے علاوہ شام و حجاز، ہند و فارس غرض

مختلف بلاد و امصار سے تعلق رکھنے والے اہل علم و فضل کا یکساں احترام کے ساتھ تذکرہ فرمایا ہے۔ اس طرح السخاوی ایک مؤرخ کی حیثیت سے عالمی سطح کی شخصیت ہے قومی یا علاقائی نہیں۔ الضوء اللامع کے مقدمہ میں اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں :

„جمعت فيه من علمته من أهل هذا القرن الذي أوله سنة احدى و ثمانمائة - ختم بالحسنى - من سائر العلماء والقضاة والصلحاء والرواة والادباء والشعراء والخلفاء والملوك والأمراء والمباشرين والوزراء مصریا كان أو شامیا حجازیا كان أو یمنیا رومیا أو ہندیا مشرقیا أو مغربیا“ - (۶)

(۶) السخاوی نے اپنی مشہور تصنیف „الضوء اللامع“ میں غیر مسلم اہل علم و فضل کے حالات بھی بیان کئے ہیں جو اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ ایک مؤرخ کی حیثیت سے وہ دینی تعصبات سے بھی بالاتر ہیں اور مشاہیر کے تذکرہ میں مذہب کی بناء پر تفریق روا نہیں رکھتے۔ اس سلسلے میں الضوء اللامع میں خود بھی اشارہ کرتے ہیں :

„بل و ذكرت بعض المذكورين بفضل و نحوه من أهل الذمة“ (۷)

(۷) السخاوی کی تاریخی حیثیت کے سلسلے میں ایک اہم اور نمایاں بات یہ ہے کہ انہوں نے نویں صدی ہجری کے مشاہیر کا ذکر کرتے ہوئے خواتین کو نظر انداز نہیں کیا بلکہ ان کا الگ سے بطور خاص „معجم النساء“ کے زیر عنوان ذکر کیا اور اس کے لیے ایک ضخیم باب وقف کیا ہے جس میں ایک ہزار سے زائد فضیلت مآب خواتین کا تذکرہ ہے مثلاً کتاب معجم النساء حرف الهمزة کے تحت پہلی نامور خاتون کا تذکرہ یوں کیا ہے :

،، (آسیہ) ابنۃ جارا لله بن صالح بن أبی المنصور أحمد بن عبدالکریم بن أبی المعالی یحیی بن عبدالرحمن بن علی بن الحسین بن علی أم عبدالله و أم محمد ابنۃ المسند الجلال الشیبانی الطبری الاصل المکی الحنفی والدها الماضي ولدت فی رجب سنۃ ست و تسعین و سبعائة بمکة وأجاز لها فی التلیها فما بعدها خلق منهم محمد بن محمد بن محمد السخاوی و سعد بن یوسف النووی و محمد بن أبی بکر ابن سلیمان البکری و عائشة ابنۃ ابن عبدالهادی و ابن صدیق والعراقی والهیثمی بل سمعت علی أبی الحسن بن سلامة ، و تزوجها أبو البقاء بن الضیاء فأولدها عدة منهم أبو النجا محمد و مات عنها فتأیمت بعده، أجازت لنا و ماتت فی جمادی الأولى سنۃ ثلاث و سبعین بمکة، - (۸)

(۸) السخاوی نے اپنی تصانیف متعلق بہ تاریخ میں فقہی تعصبات کو بھی قطعاً کوئی اہمیت نہیں دی۔ خود شافعی المذہب ہونے کے باوجود حنفی، مالکی، حنبلی وغیرہ علماء و فضلاء کا بڑی عقیدت و احترام سے ذکر کیا ہے اور ان کی عظمت کا اعتراف کھلے بندوں کیا ہے۔ ان کی تحریر میں کہیں بھی یہ بات نظر نہیں آتی کہ انہوں نے فقہی مسلک کی بناء پر کسی کو ناحق ترجیح دی ہو یا پس پشت ڈال دیا ہو۔ وہ ابن حجر عسقلانیؒ کے ساتھ ساتھ ابن الدیمیری حنفیؒ، العزالحنبلیؒ اور الشمس القرافی المالکیؒ وغیرہ کا ذکر بھی پوری عقیدت اور احترام کے ساتھ کرتے ہیں۔ اسی طرح اہل فقہ اور اہل حدیث کے مابین بھی انہوں نے کوئی ذاتی ترجیح و تفصیل روا نہیں رکھی اور عدم تعصب کو ہر جگہ مقدم رکھا ہے۔

(۹) السخاوی نے اپنی مشہور تصنیف ،،الضوء اللامع، میں اپنے

ذاتی حالات بھی کافی تفصیل سے بیان کرتے ہیں اور اس سلسلے میں اساساً بیانیہ انداز اختیار کیا ہے جہاں کہیں اپنے حق میں آراء نقل کی ہیں ان میں بھی افراط و تفریط سے اجتناب کیا ہے نہ بلا ضرورت کسر نفسی سے کام لیا ہے نہ فخر بالنفس کا شکار ہوئے ہیں۔ اپنی ذات کا ذکر کرتے ہوئے صیغہ غائب ہی استعمال کیا ہے جس طرح ایک اجنبی شخص کے حالات لکھے جا رہے ہوں اور یہ آپ بیتی کے بجائے جگ بیتی ہو۔ آخر میں اپنی ذات کی کوتاہیوں اور خامیوں کا بھی اعتراف کیا ہے۔ اپنے حالات کے اختتام پر لکھتے ہیں :

„هذا كله وهو عارف بنفسه معترف بالتقصير في يومه وأمه خير بعبوبه التي لا يطلع عليها مستغفر مما لعله يبدو منها، لكنه أكثر الهذيان طمعاً في صفح الإخوان مع كونه في أكثره ناقلاً واعتقاد أنه فضل ممن كان له قائلاً والله يسأل أن يجعله كما يظنون وأن يغفر له مالا يعلمون“۔ (۹)

(۱۰) ایک مؤرخ کی حیثیت سے السخاوی کے بارے میں یہ نکتہ بھی اہم ہے کہ انہوں نے ابن حجر عسقلانی کی شروع کردہ تراجم نویسی کی روایت کو برقرار رکھا اور اس مقصد کے لئے اپنی عمر عزیز کا وافر حصہ صرف کیا۔ اس طرح بعد میں آنے والوں کے لئے ایک اہم اور قابل تقلید مثال چھوڑی جس کے تتبع میں صدی وار تذکرہ نویسی کی روایت آگے چلتی رہی اور ہزاروں اہل علم و فضل کے حالات و خدمات زمانے کی دستبرد سے محفوظ ہو کر کتابی شکل میں مدون و مرتب ہو گئے جو علمی تاریخی، ثقافتی اور مذہبی حوالوں سے بڑی قدر و قیمت کے حامل ہیں چنانچہ „الضوء اللامع“ کے بعد نجم الدین الغزی نے „الکواكب السائرة باعيان المائة العاشرة“ لکھی۔ المحبی نے „خلاصة الاثر في اعيان القرن

الحادی عشر، کے نام سے گیارہویں صدی کے اہل علم و فضل کے تراجم جمع کئے اور بعد ازاں بھی مختلف اہل علم نے صدی وار تراجم نویسی کا کام سرانجام دیا۔ حاجی خلیفہ کشف الظنون میں،،الضوء اللامع، کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں :

،،هو تاريخ كبير مجلدات جمع فيها الوفيات من ۸۰۱ الى سنة

۹۰۰ مرتبا على حروف المعجم فى الأسماء و الالباء و الجدد،، (۱۰)

نجم الدين الفزى نے صدی وار کتب تراجم میں ابن حجر کی ،،الدرر الكامنة کے بعد شہرت و قدامت کے لحاظ سے ،،الضوء اللامع، کا ذکر کیا ہے :

،،ويدور اقدم المشهور منها على سير أعيان القران الثامن للهجرة

وهو كتاب ،،الدرر الكامنة فى اعيان المائة الثامنة لابن حجر

العسقلانى وقد طبع ويليه الضوء اللامع لأهل القرن التاسع للسخاوى

وقد طبع،، (۱۱)

مشہور مستشرق گب نے ابن حجر کو صدی وار تراجم نویسی کا

بانی قرار دیا ہے :

"A novel method introduced by the historian Ibn-Hajr (d. 1449) was to compile centennial dictionaries."¹²

،،ابن حجر کی الدرر الكامنة کا تعارف کراتے کے بعد گب نے

سخاوی کی عظیم اور ضخیم تصنیف پر روشنی ڈالی ہے :

"For the next century, al-Sakhawi (d. 1497) produced a twelve volume dictionary, the twelfth volume of which is devoted to women".¹³

ان تمام حوالوں سے صدی وار تراجم نویسی میں سخاوی کی

کتاب ،،الضوء اللامع، کی اہمیت و افادیت بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔

(۱۱) السخاوی نے بحیثیت تذکرہ نگار ہر شخصیت کا اس کے شایان شان ذکر کیا ہے اور ہر فرد کے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے تفصیل یا اجمال کو ملحوظ رکھا ہے۔ بعض شخصیات کا کافی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے مثلاً ابن حجر عسقلانی جس کی وجہ صرف یہ نہیں کہ وہ ان کے استاد تھے بلکہ در حقیقت نویں صدی کا کوئی مورخ بھی ابن حجر کی عظمت کے تفصیلی تذکرہ سے بے نیاز نہیں رہ سکتا۔ اس کے برعکس بعض شخصیات کا محض چند سطروں میں ذکر کیا ہے جس کی وجہ بعض صورتوں میں اگرچہ میسر معلومات کی کمی بھی ہو سکتی ہے مگر زیادہ امکان اس بات کا ہے کہ اسی قدر مختصر تذکرہ کی ضرورت محسوس کی۔ اس طرح بحیثیت مؤرخ السخاوی مجموعی لحاظ سے اختصار و جامعیت کے حامل ہیں جو ایک مؤرخ کے لئے ضروری ہے۔ اگر معلومات کی کمی کی بناء پر بھی بعض شخصیات کا ذکر انتہائی مختصر کیا ہے تب بھی ذکر نہ کرنے سے ذکر کر دینا ان کا نام تاریخ میں محفوظ کرنے کی غرض سے بہتر ہے اور یہ مختصر تذکرہ بھی خوبی ہی شمار ہوگا۔ مثلاً آخری جلد کے اختتام پر (رقم ۱۰۷۵) کے تحت لکھتے ہیں :

,,(مستولدة الفخری) ابی بکر بن ظهيرة أم ولده أفضل الدین

مات فی شوالها .. - (۱۳)

شوالہا سے مراد ۸۹۸ھ کا شوال ہے جیسا کہ اس سے پہلے تراجم میں مذکور ہے۔

(۱۲) السخاوی نے ایک مؤرخ کی حیثیت سے ذیول نویسی کی روایت کو آگے بڑھایا جس کا فائدہ گزشتہ مورخین کے کام کی تنقیح و تکمیل ہے۔ بعض اہم ذیول کے نام یوں ہیں :

۱ - التبرالسبوك فی الذیل علی تاریخ المقریزی السلوك

- ۲ - الذیل علی قضاة مصر لابن حجر و یسمى الذیل المتناہ
- ۳ - الذیل علی طبقات القرأ لابن الجزری
- ۴ - الذیل علی دول الاسلام للذهبی
- ۵ - دفع التلبیس و رفع التجنیس عن الذیل الطاهر النفیس (۱۵)
- (۱۳) السخاوی نے علم التاریخ میں تلخیص نویسی کی روایت کو بھی آگے بڑھایا اور مختلف کتب تاریخ کی تلخیص لکھی مثلاً -
- ۱ - تلخیص تاریخ الیمن
- ۲ - تلخیص طبقات القرأ لابن الجزری
- ۳ - منتقى تاریخ مکه للفاسی . (۱۶)
- (۱۴) السخاوی کو طبقات نویسی میں بھی بڑی مہارت حاصل ہے انہوں نے اس روایت کو آگے بڑھایا اور بالخصوص علم فقہ کے سلسلے میں طبقات نویسی پر توجہ دی - بطور اشارہ ان کی چند تصانیف کے نام درج ہیں :
- ۱- طبقات المالکیة فی أربعة اسفار تقریباً
- ۲ - تقفیس قطعة من طبقات الحنفیة
- ۳ - ترتیب طبقات المالکیة لابن فرحون . (۱۷)
- (۱۵) ,,الضوء اللامع“ کے علاوہ بھی السخاوی نے ایک سیرت نگار کی حیثیت سے بہت سا علمی کام سرانجام دیا اور سیرت و تراجم پر مبنی مستقل کتب و رسائل تحریر کئے جس سے بہت سی اہم متنوع اور نادر المثال شخصیات کے احوال و آثار کو محفوظ کرنے میں بڑی مدد ملی - مثلاً
- ۱ - الجواهر و الدررفی ترجمة شیخ الاسلام ابن حجر
- ۲ - المنهل العذب الروی فی ترجمة قطب الاولیاء النوی
- ۳ - الاهتمام بترجمة النحوی الجمال بن هشام

۴ - القول المبين فى ترجمة القاضى عضد الدين

۵ - الاهتمام بترجمة الكمال بن الهمام

۶ - القول المنبى فى ترجمة ابن العربى - (۱۸)

(۱۶) السخاوى نے ایک مؤرخ کی حیثیت سے سفرنامے بھی لکھے ہیں جن کا تعلق بیک وقت تاریخ، سیرت، جغرافیہ اور ادب قرار دیا جا سکتا ہے اور اس طرح السخاوى سفرنامہ نگار بھی ہیں - اس سلسلے میں ان کی کئی تصانیف ہیں مثلاً

۱ - الرحلة المكية

۲ - الرحلة الاسكندرية و تراجمها

۳ - الرحلة الحلبية و تراجمها - (۱۹)

(۱۷) تاریخ نگاری کے سلسلے میں السخاوى نے مذکورہ بالا تمام کتب کے علاوہ بھی مختلف موضوعات پر متنوع کتب تصنیف کی ہیں جو ان کی بحیثیت مؤرخ وسعت معرفت اور دقت نظر کا بین ثبوت ہیں اور انہیں ایک وسیع الفکر، دقیق النظر، متنوع الموضوعات اور پُر نویس مؤرخ قرار دینے کا باعث بنتی ہیں مثلاً -

۱ - التاريخ المحيط

۲ - تاريخ المدينتين

۳ - الفرجة بكائنة الكاملة التى ليس فيها للمعارض حجة

۴ - احسن المساعى فى ايضاح حوادث البقاعى

۵ - الشافى من الالم فى وفيات الامم (۲۰)

(۱۸) مورخ کی حیثیت سے السخاوى کا ایک اہم کارنامہ علم تاریخ کی دینی و عمومی اہمیت کے ضمن میں پیش قیمت دلائل کی فراہمی ہے اس سلسلے میں انہوں نے اپنے دور تک ہونے والے اہم کام کا مجموعی جائزہ پیش کیا ہے جس سے ان کتب کا مختصر تعارف

حاصل ہو گیا ہے اور ساتھ ہی اس سے مسلمانوں کے ہاں تاریخ لٹریچر کی وسعت و اہمیت کا بھی اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے اس سلسلے میں „الاعلان بالتوییح“ میں انہوں نے کافی شرح و بسط سے کام لیا ہے „الاعلان بالتوییح کے بارے میں مشہور عرب عالم اور محقق احمد باشا تیمور کا ایک قول بڑا منفرد، مختصر اور جامع ہے اور یہ قول واحد ہی الاعلان بالتوییح کی صدیوں پر محیط عظمت و اہمیت کے اظہار کے لئے کافی ہے یہ قول الاعلان بالتوییح کی طبع دمشق کے صفحہ اولیٰ پر درج ہے :

(يعتبر هذا الكتاب „كتاریح التاریخ فی الاسلام“ (۲۱)

عربی زبان و ادب کے معروف پاکستانی استاذ اور محقق پروفیسر عبدالقیوم اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ میں اپنے مقالہ „السخاوی“ میں „الاعلان بالتوییح“ کی اہمیت یوں واضح کرتے ہیں :

„السخاوی نے الاعلان بالتوییح لمن ذم التاریخ (دمشق ۱۳۳۹ھ) میں علم تاریخ کی تدوین، اس کے اصول اور ارتقاء پر سیر حاصل بحث کی“ (۲۲)

(۱۹) السخاوی علم تاریخ میں تنقید نگاری کے بانیوں میں شمار ہوتے ہیں اور ان کی مشہور تصنیف „الاعلان بالتوییح لمن ذم التاریخ“ تاریخی تنقید نگاری کے سلسلے میں انتہائی اہم تصنیف سمجھی جاتی ہے جو گذشتہ پانچ صدیوں کے دوران مشرق و مغرب میں مسلسل پڑھی پڑھائی جا رہی ہے۔ انہوں نے بڑے علمی انداز میں ناقدین علم بتاریخ کے اعتراضات کو تفصیلاً نقل کر کے ان کا مدلل اور مسکت انداز میں جواب دیا ہے اور قرآن و حدیث نیز دیگر حوالوں سے علم تاریخ کی ضرورت و اہمیت کے حق میں معرکۃ الآراء استدلال کیا ہے جس سے تاریخ نگاری کی مذمت اور مخالفت کرنے والوں کے لئے کوئی گنجائش باقی نہ رہی ۔

ڈاکٹر سید محمد یوسف،، الاعلان بالتویخ، کے اردو ترجمہ کے مقدمہ میں اس کتاب کی اہمیت واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں -

،،جب انحطاط کا دور آیا اور اہمیتیں پست ہو گئیں تو تاریخ کا زائد از نصاب مطالعہ بے توجہی کا شکار ہو گیا، نوبت یہاں تک پہنچی کہ لوگوں نے اس کی تنقیص شروع کر دی - اس صورت حال سے سخاوی کو تشویش ہوئی تو انہوں نے ،،الاعلان بالتویخ، تصنیف کی - اس میں انہوں نے علمی طریقے پر تاریخ کے مختلف پہلوؤں سے بحث کی ہے - متقدمین کی تحریروں کے اقتباسات سے علم تاریخ کے شرف و مرتبے پر روشنی ڈالی ہے اور تاریخ میں مسلمانوں کے گوناگوں کارناموں کا جائزہ لیا ہے، - (۲۳)

(۲۰) السخاوی نے ایک مؤرخ کی حیثیت سے اپنی تصانیف میں فصیح و بلیغ زبان استعمال کی ہے جس سے ان کی کتب تاریخ ادبی اہمیت کی حامل بھی قرار پاتی ہیں اور السخاوی ایک انشا پرداز مؤرخ کی حیثیت سے سامنے آتے ہیں - انہوں نے الفاظ غریبہ سے اجتناب کیا ہے عمدہ الفاظ و تراکیب استعمال کی ہیں، سوقیانہ زبان استعمال کرنے سے بھی احتراز کیا ہے دلنشین اسلوب اور مؤثر پیرایہ ان کی تاریخ نویسی کی امتیازی خصوصیات ہیں - تشبیہات، امثال اور استعارہ و کنایہ کا بھی عمدہ و برمحل استعمال کیا ہے؛ جابجا علم تاریخ کے سلسلے میں قرآن و حدیث سے استشہاد کیا ہے اس طرح ان کی تصانیف بیک وقت تاریخی، ادبی اور دینی خوبیوں کی جامع بن گئی ہیں -

ان تمام دلائل و نکات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شمس الدین السخاوی بحیثیت مؤرخ ایک عظیم الشان اور منفرد حیثیت کے حامل ہیں جن کی تاریخی کتب متنوع اور مختلف موضوعات سے

تعلق رکھتی ہیں۔ سند و روایت کے لحاظ سے بھی ان کی تصانیف کو بڑی اہمیت حاصل ہے کیونکہ وہ بیک وقت حدیث و تاریخ پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ بحیثیت مؤرخ سخاوی نسل، علاقہ اور مذہب کے تعصبات سے ماوراء ہیں اور ذاتی پسند و ناپسند کو بھی بطور مجموعی بالائے طاق رکھ کر انصاف پسندی اور غیر جانبداری سے کام لیتے ہیں۔ عظیم خواتین اور غیر مسلم مشاہیر کے مقام و اہمیت کا بھی انہیں بخوبی ادراک و احساس ہے اور انہیں اپنی کتب میں شایان شان مقام دیا ہے۔ ایک مؤرخ کی حیثیت سے اپنے اساتذہ و شیوخ کا تذکرہ احترام و تجلیل کے جذبات کے ساتھ بہترین الفاظ میں کرتے ہیں اور اپنا تذکرہ کرتے وقت افراط و تفریط سے اجتناب کی کوشش کی ہے۔ تراجم نویسی اور نقد تاریخی میں السخاوی عظیم مقام کے حامل ہیں اور ذیول نویسی، تلخیص نگاری، طبقات نویسی غرض مختلف اصناف تاریخ میں بیک وقت مہارت و تفوق کے حامل ہیں۔ درحقیقت نویں صدی ہجری میں اتنا عظیم الشان مؤرخ کوئی دوسرا نظر نہیں آتا اگر وہ صرف „الضوء اللامع“ ہی تصنیف کرتے تو گیارہ ہزار کے لگ بھگ اہل علم و فضل کا فصیح و بلیغ زبان میں تذکرہ ان کی تاریخی و ادبی عظمت کی کافی دلیل تھا کجا کہ انہوں نے مختلف مجالات تاریخ میں بے شمار کتب تصنیف کیں۔ بقول الشوکانی :

„ولولم یکن لصاحب الترجمة من التصانیف الا (الضوء الامع) لکان اعظم دلیل علی امامته فانه ترجم فیہ اهل الدیار الاسلامیة و سرد فی ترجمۃ کل احد محفوظاته و مقرواته و شیوخہ و مصنفاته و احوالہ و مولدہ و وفاتہ علی نمط حسن و اسلوب لطیف ینبہر من لدیہ معرفۃ بهذا الشأن ویتعجب من احاطتہ بذلك وسعة دائرته فی الاطلاع علی احوال الناس“۔ (۲۳)

خلاصہ کلام یہ کہ بحیثیت مؤرخ السخاوی کی شخصیت بڑی جامع اور منفرد ہے جسے کسی اور سے تشبیہ نہیں دی جا سکتی۔ وہ ایک طرف متقدم مورخین کے علوم و اسالیب کے حامل ہیں دوسری طرف نقد تاریخی کے حوالہ سے ابن خلدون کے بعد اہم ترین شخصیت ہیں تیسری طرف صدی وار تراجم نویسی پر مبنی „الضوء اللامع“ کے حوالہ سے ابن حجر عسقلانی کے ایسے وارث ہیں جس کا مقام کیفیت و کمیت ہر دو لحاظ سے „الدرر الكامنة“ کے مصنف سے بڑھ کر ہے چوتھی جانب تصانیف تاریخیہ کے تنوع اور قدر و قیمت کے لحاظ سے کسی بھی متقدم و متأخر مؤرخ سے ان کا تقابل کر کے انہیں ترجیح دی جا سکتی ہے۔ ان کی بحیثیت مؤرخ حیثیت ہمہ جہتی اور متنوع ہے۔ وہ نویں صدی ہجری کی عربی اسلامی تاریخ نویسی میں بالخصوص اور مجموعی مسلم تاریخ نویسی میں بالعموم ایک منفرد و یکتا مقام کے حامل ہیں اور العبد روسی کا یہ قول ان کی عظمت مظاہر کی کافی دلیل ہے :

ولم یخلفہ بعد مثله فی مجموع فنونه (۲۵)

حواشی

- ۱۔ سخاوی کے تفصیلی حالات اور اسمائے تصانیف کے لئے ملاحظہ ہو انکی تصنیف الضوء اللامع لأهل القرن التاسع، القاهرة، مكتبة القدسي، ۱۳۵۳ھ - ۱۳۵۵ھ، ج ۸، ص ۲ - ۳۲
- ۲۔ جلال الدین السيوطی، نظم العقیان فی أعیان الأعیان (حررہ الدكتور فیلیب حتی) نیو یورک، المطبعة السوریه الأميریکية لصاحبها سلوم مکرزل، ۱۹۲۷م ص ۱۵۲
- ۳۔ ابن ایاس، بدائع الزهور فی وقائع الدهور أوتاریخ مصر، مصر (بولاق) المطبعة الکبری الأميریه، الطبعه الأولى، ۱۳۱۱ھ، ج ۲، ص ۳۲۲
- ۴۔ جرجی زیدان، تاریخ آداب اللغة العربیه، بیروت، دارمکتبه الحیاة، ۱۹۶۷م، ج ۳، ص ۱۷۸
- ۵۔ السخاوی، الضوء اللامع، ج ۲، ص ۳۶

- ٦- أيضاً، ج ١، ص ٥ (مقدمة)
- ٧- أيضاً
- ٨- أيضاً، ج ١٢، ص ٢
- ٩- أيضاً، ج ٨، ص ٣٢
- ١٠- حاجي خليفة، كشف الظنون عن اسامي الكتب والفنون، بيروت، منشورات مكتبة المثنى، ١٩٣١م، ج ٢، عمود ١٠٨٩
- ١١- نجم الدين الغزي، الكواكب السائرة باعيان المائة العاشرة (ضبط و تحقيق، جبرئيل سليمان جبور) بيروت، محمد امين دمع و شركاء، ١٩٣٥م ج ١، ص (ب) المقدمة
12. H.A.R. Gibb, Arabic Literature, Oxford University Press, 1963, p. 144
13. Ibid.
- ١٣- راجع السخاوي، الضوء اللمع، ج ١٢، ص ١٦٤
- ١٤- أيضاً، ج ٨، ص ١٤٠
- ١٥- أيضاً
- ١٦- أيضاً
- ١٧- أيضاً
- ١٨- أيضاً
- ١٩- أيضاً، ص ١٦
- ٢٠- أيضاً، ص ١٤
- ٢١- شمس الدين السخاوي، الاعلان بالتوبيخ لمن ذم التاريخ، دمشق، مكتبة القدسي، مطبعة الترقى، ١٣٣٩هـ ص ١
- ٢٢- جامعة پنجاب لاهور، اردو دائرة المعارف الاسلامية، لاهور، نيولائيث پريس و پنجاب يونيورسٹی پريس، ١٣٩٣هـ / ١٩٧٣م، ج ١٠، ص ٦٢ (مقاله «السخاوي»)
- ٢٣- شمس الدين السخاوي، الاعلان بالتوبيخ لمن ذم التاريخ، اردو ترجمه از سيد محمد يوسف، لاهور، مركزي اردو بورڈ، ١٩٧٨م، مقدمة، ص ٢١
- ٢٤- الشوكاني، البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع، القاهرة، مطبعة السعادة الطبعة الأولى، ١٣٣٨هـ، ج ٢، ص ١٨٦
- ٢٥- عبدالقادر العبدروسي، النور السافر عن اخبار القرن العاشر، (ضبط و تصحيح محمد رشيد افندي الصفار) بغداد، المكتبة العربية، مطبعة الفرات، ١٣٥٣هـ / ١٩٣٣م، ص ١٦

